قرآن کریم اور تہذیب نفس

پروفیسر محمد سعود عالم قاسمی
علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

نزول قرآن کا بنیادی مقصد روحانی بنیادوں پر حیات انسانی کی تشکیل ہے اور اس کے ذریعہ انسانی معاشرہ کی صالح خطوط پر تعمیر ہے۔ نفس انسانی کی تہذیب اور عقل انسانی کی تربیت قرآن کا خاص مدعا ہے۔ یہ مقصد اگرچہ سابقہ آسمانی کتابوں کا بھی رہا ہے، مگر حالات وزمانہ کے تناظر میں، قرآن تہذیب انسانی کا مکمل نسخہ ہے ہر دور اور مقام کے لئے یکساں اہمیت رکھتا ہے۔ یوں تو قرآن پاک کی بہت سی خصوصیات اور عالی صفات خود قرآن کریم میں اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بیان کی گئی ہیں، مگر ان خصوصیات میں خصوصیت ہدایت اور تہذیب نفس خصوصیت نمایاں طور پر نظر آتی ہے اور قرآن اس کا بار بار اظہار کرتا ہے۔ قرآن میں ایک جگہ اللہ تبارک وتعالی کا ارشاد اس طرح وارد ہوا ہے:

يَاأَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَائَتْكُمْ مَوْعِظَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَشِفَاءٌ لِمَا فِي الصُّدُورِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِلْمُؤْمِنِينَ☆ قُلْ بِفَضْلِ اللّهِ وَبِرَحْمَتِهِ فَبِذَلِكَ فَلْيَفْرَحُوا هُوَ خَيْرٌ مِمَّا يَجْمَعُونَ(سورہ یونس:۵۷-۵۸)

(اے لوگو! تمہارے پاس نصیحت نامہ تمہارے رب کے پاس سے آچکا ہے، جو سینوں کے امراض کے لئے شفا ہے اور اہل ایمان کے لئے ہدایت اور رحمت ہے۔، (اے نبیؐ) کہہ دیجئے کہ یہ اللہ کی مہربانی اور اسکی رحمت کی وجہ سے ہے تو لوگوں کو اس پر خوش ہونا چاہئے، وہ ان چیزوں سے بہتر ہے جن کو یہ لوگ جمع کررہے ہیں)

اس آیت میں قرآن کریم کی چار صفات عالیہ کا تذکرہ کیا گیا ہے:

۱۔ یہ موعظہ ہے، یعنی بری باتوں اور برے اعمال سے قرآن روکتا ہے۔
۲۔شفاء لمافی الصدور ہے، یعنی سینہ کے تمام امراض کے لئے نسخہ شفا ہے۔
۳۔ہدایت نامہ ہے، یعنی اللہ کی رضا پر چلنے کا راستہ دکھاتا ہے۔
۴۔رحمت ہے، یعنی اہل ایمان کو دنیا اور آخرت میں رحمت الہی کا مستحق بناتا ہے۔

یہ چاروں صفات انسانی زندگی کی تعمیر وتہذیب میں قرآن مجید کے جامع اور انقلاب آفرین کردار کی طرف اشارہ کرتی ہیں اورقرآن کے مقصد ومدعا کو واضح کرتی ہیں۔

ان میں پہلی صفت قرآن کریم کی ان حکیمانہ نصیحتوں سے عبارت ہے جو انسان کو بری باتوں ، بری عادتوں ، برے عمل اور برے اطوار کو ترک کرنے کی تلقین کرتی ہیں۔مثلاً ظلم وتعدی ،حق تلفی، گالم گلوچ،قتل وغارت گری ، زنااور وبدکاری اور شہوت رانی ،غیظ وغضب، فتنہ وفساد ، غرور ونخوت، بت پرستی اور مادہ پرستی جیسی تمام حرکات سے اجتناب کرنے کی دعوت کا نام موعظہ ہے۔اس میں دل سوزی اور اخلاص کا وافر حصہ پایا جاتاہے ، اور استدلال بھی اس میں نمایاں طور پرموجود ہے۔ سورہ اعراف میں اس کی وضاحت اس طرح ہوئی ہے:

قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّی الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْإِثْمَ وَالْبَغْیَ بِغَیْرِ الْحَقِّ وَأَنْ تُشْرِكُوا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِ سُلْطَانًا وَأَنْ تَقُولُوا عَلَى اللّٰهِ مَا لَاتَعْلَمُونَ (سورہ الاعراف، ۳۳)

(آپ کہہ دیجئے کہ بے شک میرے رب نے حرام کیا ہے بے حیائی کی باتوں کو، خواہ کھلی ہوئی ہوں یا چھپی ہوئی اور گناہ کو اور ناحق زیادتی کو، اور اللہ کے ساتھ شرک کرنے کو، جس کی اس نے کوئی سند نازل نہیں کی اور یہ کہ اللہ کی طرف وہ بات منسوب کرو جوتم نہیں جانتے)۔اسی مضمون کی مزید وضاحت سورہ الانعام کی آیت ۱۵۱ میں بھی کی گئی ہے۔

یہ آیات انسانوں کو احساس دلاتی ہیں کہ تمہارے جو اعمال اور حرکات ہیں اگر وہ تمہاری شخصیت کے وقار اور اعتبار کے لئے مضر ہوں توان کو ترک کردوکیونکہ اگرتم برائیوں کو ترک نہیں کروگے ،تو نیکیوں کی فصل تمہارے وجود سے نہیں ابھرے گی۔ کاشت کار پودے لگانے سے پہلے کھیت کے جھاڑ جھنکار کو صاف کرتا ہے، اسی طرح تم کو اپنے نفس کی کھیتی کونقصاندہ چیزوں سے پاک کرنا چاہئے۔

قرآن پاک او صاف رزیلہ کو کہیں محرمات سےتعبیر کرتاہے اور کبھی منکرات ،کبھی فواحش سے اور کبھی معصیت سے، منشا انسانی وجودکو الائشوں سے صاف وپاک کرناہے اور اس طرح انسان کو پاکیزگی کی راہ پر گامزن کرنا ہے، اور انسانی زندگی کو مہذب اور مودب بنا کر اللہ رب العزت کامحبوب بنانا ہے۔

قرآن کریم کی دوسری صفت یہ ہے کہ وہ دلوں کے امراض کے لئے نسخہ کیمیا ہے ۔قرآن

ظاہر کو فاسد اعمال سے پاک کرنے کے ساتھ ساتھ انسان کے دلوں کو بھی گناہ کے اثرات اور مہلک روحانی امراض سے پاک کرتا ہے۔ دلوں کے امراض میں شرک والحاد، تشکیک اور نفاق، توہم پرستی اور بدگمانی، خود پسندی اور نفس پرستی، کینہ، حسد، غرور، تعصب وغیرہ ایسے امراض ہیں جو انسان کو اندر سے جلا دیتے ہیں۔ انسان بظاہر معقول اور مہذب نظر آتا ہے، مگر اندر سے اس کا وجود جل کر راکھ میں تبدیل ہو چکا ہوتا ہے۔ جسے ایک شاعر نے اس طرح بیان کیا ہے:

منظر سیاہ پوش نہ پیکر جلا ہوا
ہر شخص اپنی ذات کے اندر جلا ہوا

قرآن پاک نے انسانی وجود کی پاکیزگی اور اس کے نفس کی تہذیب کے لئے باطن کو سنوارنے پر زیادہ زور دیا ہے، یہ انسان کا وہ پہلو ہے جسے دوسرا تو کم دیکھتا ہے مگر وہ خود اسے زیادہ محسوس کرسکتا ہے۔

جب تک انسان باطنی امراض سے پاک نہ ہو، ظاہری امراض سے پاک نہیں ہوتا ہے۔ جب جسم پر پھوڑ نکلتا ہے تو اس کے علاج کے ساتھ اطباء فساد خون کا بھی علاج کرتے ہیں، کیونکہ فساد خون ہی اس کا موجب ہے۔ اسی طرح ظاہری اعمال فاسدہ کے پیچھے باطنی رویہ کی اصلاح ضروری ہے۔ عارفین ہمیشہ اس پہلو کو ذہن میں رکھ کر فرد کی اصلاح کرتے ہیں۔ قرآن پاک انکشاف کرتا ہے کہ دلوں کے امراض اگر دور نہ ہوں تو عقیدہ وعمل کی گندگی مزید پھلتی ہے۔ وَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا إِلَى رِجْسِهِمْ وَمَاتُوا وَهُمْ كَافِرُونَ (سورہ التوبہ، ۱۲۵) اور جن لوگوں کے دلوں میں مرض ہے اللہ نے ان کی گندگی میں اضافہ کردیا۔

انسان جسمانی امراض میں مبتلا ہوتا ہے تو دوا کی فکر کرتا ہے، معالج سے رجوع کرتا ہے، کیونکہ مرض کی تکلیف اسے علاج پر مجبور کرتی ہے، مگر انسان روحانی امراض میں مبتلا ہوتا ہے تو اُسے علاج کی چنداں فکر نہیں ہوتی، نہ مرض کی شدت کا احساس ہوتا ہے نہ اسے اپنی ہلاکت کا اندیشہ ہوتا ہے۔ اگرچہ یہ مرض جسمانی امراض سے زیادہ مہلک ثابت ہوتا ہے۔ قرآن یہی احساس دلوں میں پیدا کرتا ہے اور مریضوں کو علاج کی طرف متوجہ کرتا ہے۔

قرآن پاک کی تیسری صفت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ مکمل ہدایت نامہ ہے۔ قرآن کے نازل ہونے سے پہلے توریت کو بھی نوشتہ ہدایت کے طور پر عطا کیا گیا تھا، مگر وہ ہدایت نامہ صرف

یہود ونصاریٰ یعنی بنی اسرائیل کے لئے تھا۔ ارشاد ہے:

وَآتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ وَجَعَلْنَاهُ هُدًى لِبَنِي إِسْرَائِيلَ أَلاَّ تَتَّخِذُوا مِنْ دُونِي وَكِيلًا (سورہ بنی اسرائیل۔ ۲)

(اور ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا کی اور اسے بنی اسرائیل کے لئے ہدایت نامہ بنایا کہ بندوں علاوہ کسی اور کو کارساز نہ ٹھہراؤ۔)

یہودو نصاریٰ کل بھی یہ کہتے تھے کہ ”كُونُوا هُودًا اَو نَصَارىٰ تَهْتَدُوا (سورہ بقرہ، ۱۳۵)

(یہودی یا عیسائی ہوجاؤ تو ہدایت پاجاؤ گے)۔ اور آج بھی وہ اسلام کو باطل مذہب (معاذ اللہ) پیغمبر اسلام کو جھوٹا پیغمبر اور قرآن کو خود ساختہ کتاب قرار دیتے ہیں۔مگر قرآن صاف اعلان کرتا ہے کہ اِنَّ هٰذَا الْقُرآن يَهْدِی لِلَّتِيَ هِيَ اَقْوَم (سورہ بنی اسرائیل، ۹) (قرآن سب سے سچے اور اچھے راستہ کی رہنمائی کرتا ہے۔)یہود ونصاریٰ دین حنیف سے مرتد اور منحرف ہیں۔ انہوں نے کتاب الٰہی کو ترمیم وتحریف کا شکار بنایا اور دین الٰہی کو کھیل تماشا بنالیا۔ اس مذہب سے ہدایت ختم ہوچکی ہے۔ اب اللہ کی رضا تک پہونچنے کا واحد ومعتبر ذریعہ قرآن کریم ہے۔ اس کی ہدایت وقتی نہیں دائمی ہے۔ یہ کسی خاص قوم کے لئے نہیں بلکہ آفاقی ہے۔

قرآن پاک کی تیسری صفت:

زندگی کے تمام معاملات میں قرآن انسان کی رہنمائی کا حق ادا کرتا ہے ۔عقائد واخلاق سے لیکر حلال وحرام تک ،تمدن سے لیکر مشقت تک اور معاشرت سے لیکر سیاست تک اس کی رہنمائی کا سلسلہ وسیع اور روشن ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ کے منشا کو سمجھنے، اس کی مرضی کو جاننے اور نجات حاصل کرنے کا واحد مکمل نوشتہ قرآن کریم ہے۔قرآن ہر طبقہ کے انسان کو اپنی ہدایت سے فیض یاب کرتا ہے۔ اور دنیاوی سعادت اور آخروی نجات کی بشارت دیتا ہے۔ اس ہدایت سے منہ موڑ کر انسان کامیاب نہیں ہوسکتا، خواہ اسے اپنی عقل وفہم اور علم وتجزیہ پر کتنا ہی ناز کیوں نہ ہو!

قرآن پاک کی چوتھی صفت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ اہل ایمان کے لئے سراپا رحمت ہے۔ جب انسان اپنے وجود کو ہر طرح کی برائیوں سے پاک کرتا ہے، فاسد خیالات اور مہلک رسم ورواج سے اجتناب کرتا ہے،نفس کو عقائد صحیحہ اور اخلاق حسنہ سے آراستہ کرتا ہے اور آسمانی ہدایت نامہ کو اپنی

زندگی کا نصب العین بنالیتا ہے تو صحیح معنوں میں رحمت الٰہی کا مستحق بن جاتا ہے۔ رحمت الٰہی کی کرنوں سے وہ فیضیاب ہوتا ہے۔ اس کا پورا وجود روحانی ہوجاتا ہے اور وہ انسانی معاشرہ میں ربانی قدروں کا نمائندہ قرار پاتا ہے۔

جب انسان اس روحانی منزل تک پہونچتا ہے تو اسے ایک طرح کا سرور حاصل ہوتا ہے۔ اس کے اندر فرحت وانبساط کی کیفیت پیدا ہوتی ہے، جس میں جزبۂ شکر بھی شامل ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس کیفیت کے اظہار کی اجازت یہ کہہ کر دی ہے کہ'' اس پر اہل ایمان کو خوش ہونا چاہئے۔ وہ اس مال ودولت سے بہتر ہے جسے لوگ جمع کرتے ہیں۔''

قرآن پاک میں قارون کی داستان سنائی گئی ہے اور اس کے مال ودولت کا تذکرہ کرکے کہا گیا ہے کہ اپنی دولت پر اتراؤنہیں۔ اللہ اترانے والے کو پسند نہیں کرتا۔ مگر قرآن کی دولت پر اہل ایمان کو خوش ہونے کی تلقین کی گئی ہے۔ دونوں جگہ'' فرح'' کا لفظ استعمال ہوا ہے، مگر یاد رہے کہ قارون کی خوشی اس کی ناجائز دولت پر تھی مگر اہل ایمان کی خوشی روحانی دولت ہے۔ ان میں سے ایک فانی ہے اور دوسری جاودانی، ایک ہلاکت کا ذریعہ ہے اور دوسری حیات جاودانی کا سرچشمہ، ایک کا انجام پستی ہے اور دوسرے کا بلندی، ایک کی خوشی جھوٹی ہے، دوسری کی حقیقی۔ اللہ اس حقیقی خوشی سے بندہ مومن کو سرشار کرتا ہے اور اس کی روحانی لذت کو پائداری سے ہم کنار کرتا ہے۔ اس روحانی دولت کا حامل دونوں جہان کی سعادت سے مالا مال ہوتا ہے۔ غور کرنے کی بات یہ ہے کہ جو مسلمان قرآنی تعلیمات سے بے پرواہ ہو کر اپنے آپ کو ظاہری برائیوں سے نہ تو بچاتے ہیں اور نہ تزکیۂ نفس کرتے ہیں اور نہ اپنی تربیت کے لیے قرآن کو میزان کامل کا درجہ دیتے ہیں، ان کو یہ خوشی اور مسرت کس طرح حاصل ہوسکتی ہے؟

امام رازی نے قرآن پاک کی مذکورہ خصوصیات کو اپنے مخصوص فلسفیانہ اسلوب میں بیان کیا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ روح جسم سے عشق طبعی کے سبب تعلق پیدا کرتی ہے اور روح عالم جسمانی کی مشتہیات اور طبیعات سے خمسہ خیمہ کے ذریعہ لذت حاصل کرتی ہے۔ پھر یہ طریقہ اس کی عادت میں شامل ہوجاتا ہے۔ ہمیں معلوم ہے کہ نور عقل آخری درجہ میں حاصل ہوتا ہے۔ روح کا جسمانی لذات سے یہ استغراق باطل عقائد اور برے اخلاق کے اختیار کرنے کا ذریعہ بن جاتا ہے اور یہ احوال روح کے لئے امراض شدیدہ بن جاتے ہیں، تو اس کے علاج کے لئے ماہر طبیب کی ضرورت

پڑتی ہے۔ رسول کریم ﷺ کی حیثیت ماہر طبیب کی ہے اور قرآن کی حیثیت مجموعہ ادویہ کی، جس کے ذریعہ امراض کا علاج ہوتا ہے ۔ جب طبیب مریض کا علاج کرتا ہے تو اس کے حسب ذیل چار مراتب ہوتے ہیں:

اوّل یہ کہ مریض کو غیر مناسب کھانے اور ان چیزوں کے استعمال سے روکا جائے ،جو مرض کا سبب ہیں۔ اسے موعظہ کہا گیا ہے۔

دوم مریض کو ایسی دوا پلائی جائے جو اس کے باطن کو امراض فاسدہ سے پاک کردے۔

اسی طرح جب انبیاء علیہم السلام مخلوق کو محرمات سے روکتے ہیں تو اس کا ظاہر نامناسب افعال سے پاک ہوجاتا ہے۔ پھر وہ باطن کی طہارت کا حکم دیتے ہیں۔ جو برے اخلاق سے اجتناب اور عمدہ اخلاق کے اختیار کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔

تیسرا مرتبہ مذکورہ دونوں مراتب کے حاصل ہونے کے بعد آتا ہے۔ اس لئے کہ روح ناطقہ تجلیات قدسی اور انوار الٰہی کا سامنا کرنے کے قابل ہوجاتی ہے اور اسی کو ہدایت سے تعبیر کیا گیا ہے۔

چوتھا مرتبہ یہ ہے کہ نفس انسانی روحانی منزل کی بلندی تک پہونچ جاتا ہے۔ اللہ کا نور ارواح پر جلوہ گر ہوتا ہے اور اسے منور کردیتا ہے ۔ یہی رحمۃ للمومنین ہے۔ یہ نور صرف مومنوں کے لئے خاص ہے، کیونکہ مشرکوں کی روح انبیاء کے روحانی انوار سے منور نہیں ہوتی۔ اس میں نور کو قبول کرنے کی استعداد ہی نہیں پیدا ہوتی۔ (التفسیر الکبیر تفسیر سورہ یونس)

موجودہ عہد میں مسلمانوں میں عقائد واعمال اور تہذیب واخلاق کی جو کمی نظر آتی ہے، اس کی بنیادی وجہ قرآن کریم سے بے تعلقی ہے۔ جب مریض نسخہ شفا کو نظر انداز کردے تو مرض میں اضافہ ناگزیر ہے ۔مسلمانوں کے روحانی اور خلاقی امراض کے علاج کے لئے ضروری ہے کہ وہ قرآن کو دستور زندگی بنا کر عمل کرنا شروع کریں اور اپنی تہذیب وتربیت کے لئے اسے میزان بنالیں ،تاکہ وہ ایک پاکیزہ معاشرہ کی تشکیل نو کرنے میں کامیاب ہوں۔